Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)

Volume ۴ Issue ۲, Spring ۲۰۲۴

ISSN(P): ۲۷۹۰ ۸۲۱۶ ISSN(E): ۲۷۹۰ ۸۲۲۴

Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

اِنفرادی حقِ تملیک اور اس کے حدود و قیود: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Title: **Individual ownership and its limits and restrictions: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings**

Author (s): Muhammad Afzal [۱], Muhammad Abu Bakar [۲]

Affiliation (s):
[۱] Minhaj University, Lahore, Pakistan.
[۲] Munhaj College for Women, Lahore, Pakistan.

DOI: https://doi.org/۱۰.۳۲۳۵۰/mift.۴۲.۰۴

History: Received: August ۲۳, ۲۰۲۴, Revised: October ۱۲, ۲۰۲۴, Accepted: October ۲۷, ۲۰۲۴, Published: December ۲۸, ۲۰۲۴

Citation: Afzal, Muhammad and Muhammad Abu Bakar. “Individual ownership and its limits and restrictions: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings.” *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* ۴, no. ۲ (۲۰۲۴): ۴۳–۵۷. https://doi.org/۱۰.۳۲۳۵۰/mift.۴۲.۰۴

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution ۴.۰ International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

UMT

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

اِنفرادی حقِ تملیک اور اس کے حدود و قیود: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Individual ownership and its limits and restrictions: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

Muhammad Afzal *

Minhaj University, Lahore, Pakistan.

Muhammad Abu Bakar

Munhaj College for Women, Lahore, Pakistan.

Abstract

Possession of wealth is not against the Islamic economic system. Islam recognizes the individual right to property as there is no right of disposal without proof of ownership. In Islam, the individual right in possession and disposal, while the collective right in profit sharing, has been recognized. In individual ownership, a person is not absolutely free, but he has to pay the rights in the form of charity. Only Allah is the true owner of all things, while man, as a trustee, is only authorized to dispose of them. That is why the main purpose in Islam is not ownership, but the general utility and profit of the property. Islam recognizes the individual right to possession of property, but the individual right to usufruct is completely un-Islamic. Similarly, individual ownership is permitted in Islam, but hoarding of owned goods is absolutely prohibited.

Keywords: Individual ownership, Possession, disposal, profit sharing, trustee, usufruct, hoarding.

۱۔ تمہید

مال و دولت کا کسی کی ملکیت میں ہونا ہرگز اسلامی نظامِ معیشت کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ مخلوقِ خدا کے حقوق ادا کیے جائیں۔ خرید و فروخت اور لین دین کا انفرادی ملکیت (Individual ownership) کے ساتھ گہرا ربط و تعلق ہے۔ اثباتِ ملکیت کے بغیر کسی انسان کو نہ تو حقِ قبضہ (right of possession) حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی حقِ تصرف (right of disposition) ملتا ہے۔ ملکیت کے حاصل ہوتے ہی مال و اسباب کے استعمال، ان سے نفع کمانے اور ان کی ملکیت کو آگے منتقل کرنے کے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ تجارتی وظائف کی ادائیگی کے لیے بھی تحققِ ملکیت ناگزیر ہے۔ ذیل میں اسلام میں ملکیت کی آزادی پر بحث کی جائے گی۔

۲۔ ملکیت کا معنی و مفہوم

لفظِ ملکیت کا مادہ اشتقاق ''مِلْک'' ہے۔ ''ملکیت'' عربی اور اردو دونوں زبانوں میں عام مستعمل ہے۔ علامہ سید شریف جرجانی (۷۴۰۔۸۱۶ھ) ملکیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلْمِلْكُ: إِتِّصَالٌ شَرْعِيٌّ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَبَيْنَ شَيْءٍ يَكُوْنُ مُطْلَقاً لِتَصَرُّفِه فِيْه وَحَاجِزاً عَنْ تَصَرُّفِ غَيْرِه فِيْه۔(۱)

*Corresponding author: afzalqadri@gmail.com

(۱) جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف (۷۴۰-۸۱۶ھ)، **کتاب التعریفات**، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۳ء)، ۱: ۲۹۵

"مِلْک سے مراد ایک انسان اور کسی چیز کے درمیان ایسا تعلق ہے جس میں وہ انسان تو اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکے جب کہ کسی دوسرے کے لیے اس میں تصرف کرنے میں رکاوٹ ہو۔"

آسان الفاظ میں ملکیت کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے:

"کسی شخص کا کسی شے پر اپنا تسلط قائم رکھنے اور حسبِ منشاء اس میں تصرف کرنے کے حق کو "ملکیت" کہتے ہیں"۔

اسلامی تصورِ معیشت انسانی مقتضیات کے قریب اور فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ یہ سرمایہ داریت یا اشتراکیت (Capitalism or Communism) کی طرح افراط و تفریط سے پاک ہے۔ اگر مخلوقِ خدا کے حقوق ادا کیے جائیں تو اِنفرادی ملکیت اسلام کے منافی نہیں۔ اس کی شرعی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت متعدد مکانات، زمینیں اور باغات آپ ﷺ کی ملکیت میں تھے۔ جیسے فدک کی زمینیں، عوالی کے چند باغات اور مکانات، وادی القری اور خیبر کی زمین کا ایک حصہ[۲] وصال کے وقت آپ کے تصرف اور ملکیت میں تھا جسے آپ ﷺ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے علاوہ اپنے اہل و عیال اور اَعزہ و اَقربا کی کفالت کے لیے استعمال فرماتے تھے۔

مؤرخ بلاذری (۲۷۹ھ) کے مطابق چند اونٹنیاں اور بکریاں بھی آپ ﷺ کی ملکیت میں تھیں جن کا دودھ اہل و عیال کی غذائی ضروریات کے لیے استعمال ہوتا تھا۔[۳] ان جانوروں کی خوراک کے لیے مدینہ کے نواح میں ایک چراگاہ مختص تھی جہاں وہ چرتے تھے۔[۴] علامہ ماوردی (۳۶۴-۴۵۰ھ) روایت کرتے ہیں کہ بنو نضیر میں سے مخریق نامی یہودی نے غزوہ احد کے روز مسلمان ہو کر وصیت کی کہ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو میرے سات کے سات باغات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہوں گے۔ اس طرح مخریق کی شہادت کے بعد وہ سب باغ بھی آپ ﷺ کی ملکیت میں تھے۔[۵] فرق صرف یہ تھا کہ **لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ**[۶] کے تحت انبیاء کی وراثت آگے نہیں چلتی بلکہ وہ صدقہ یعنی وقف ہوتی ہے۔

(۲) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، (بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۹۸۷ء)، ۱۵۴۹:۴، رقم: ۳۹۹۸

(۳) بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (۲۷۹ھ / ۸۹۲ء)، **انساب الاشراف**، (مصر، دار المعارف، ۱۹۵۹ء)، ۵۱۲:۱

(۴) حمید اللہ، ڈاکٹر (۱۹۰۸-۲۰۰۱ء)، **خطبات بہاولپور**، (اسلام آباد، پاکستان: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۲ء)، ۲۷۶۔

(۵) ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی (۳۶۴-۴۵۰ھ)، **الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ**، (قاہرہ، مصر: دار الحدیث)، ۲۷۲:۲

(۶) بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، ۱۳۶۰:۳، رقم: ۳۵۰۸ (ہمارا وارث کوئی نہیں بلکہ جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔)

۳۔ قرآنی تصورِ ملکیت

دنیا کے ہر معاشی نظام میں فرد ہو یا ریاست، اسے اپنے مال کے تصرف میں کلیتاً آزادی حاصل ہوتی ہے، جب کہ اسلامی تصورِ ملکیت میں کوئی فرد ہو یا ادارہ، وہ حقوقِ ملکیت رکھنے کے باوجود اپنے مال کو خرچ کرنے میں مطلقاً آزاد نہیں ہوتا، بلکہ اسے اُن احکام کی پابندی کرنا پڑتی ہے جو اسلام نے اس پر عائد کیے ہیں۔ قرآن مجید نے قطعی طور پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالکِ حقیقی صرف اللہ ہے اور انسان محض امین و نائب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ.(۷)

''جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے''

آسمان وزمین کو اللہ کی ملکیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَمۡ تَعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ.(۸)

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔''

سورہ نحل میں ارشاد فرمایا:

وَلَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَلَهُ ٱلدِّينُ وَاصِبًاۚ.(۹)

''اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے اور (سب کے لئے) اسی کی فرمانبرداری واجب ہے''

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ ہر چیز کا مالکِ حقیقی صرف اللہ ہے اور انسان ایک امین کی حیثیت سے ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ مالکانہ تصرف کے باب میں خود کو تمام قواعد وضوابط سے آزاد سمجھنا مغربی تصور ہے اور یہ تعلیماتِ اسلام سے بغاوت وانحراف ہے۔

۴۔ انفرادی حقِ تملیک کا قرآن سے اثبات

دوسرے معاشی نظاموں کے برعکس اسلام نے انسان کے انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ درج ذیل آیات میں مسلمانوں سے بعض حقوق کا مطالبہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انہیں ان کی ملکیت کا حق حاصل ہے، کیوں کہ اگر اِن اموال پر اُن کی ملکیت متحقق نہ ہوتی تو اسلام ان سے یہ مطالبہ ہرگز نہ کرتا:

۱۔ وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ.(۱۰)

---

(۷) البقرۃ، ۲: ۲۸۴۔

(۸) البقرۃ، ۲: ۱۰۷۔

(۹) النحل، ۱۶: ۵۲۔

(۱۰) البقرۃ، ۲: ۱۵۵۔

"اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے"

۲۔ وَإِن تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوسُ أَمۡوَٰلِكُمۡ لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ.(۱۱)

"اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال (جائز) ہیں، نہ تم خود ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے o"

۳۔ فَإِنۡ ءَانَسۡتُم مِّنۡهُمۡ رُشۡدٗا فَٱدۡفَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَٰلَهُمۡۖ......فَإِذَا دَفَعۡتُمۡ إِلَيۡهِمۡ أَمۡوَٰلَهُمۡ فَأَشۡهِدُواْ عَلَيۡهِمۡۚ.(۱۲)

"پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حُسنِ تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو.........اور جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنالیا کرو"

۴۔ أَوَلَمۡ يَرَوۡاْ أَنَّا خَلَقۡنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتۡ أَيۡدِينَآ أَنۡعَٰمٗا فَهُمۡ لَهَا مَٰلِكُونَ ٧١(۱۳)

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنائی ہوئی (مخلوق) میں سے اُن کے لئے چوپائے پیدا کیے تو وہ ان کے مالک ہیں"

۵۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَكُم بَيۡنَكُم بِٱلۡبَٰطِلِ.(۱٤)

"اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔"

۶۔ وَلَا تُؤۡتُواْ ٱلسُّفَهَآءَ أَمۡوَٰلَكُمُ ٱلَّتِي جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمۡ قِيَٰمٗا.(۱۵)

"اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔"

۷۔ وَٱلَّذِينَ فِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ مَّعۡلُومٞ ٢٤ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ(۱٦)

"اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے o مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا o"

۸۔ وَجَٰهِدُواْ بِأَمۡوَٰلِكُمۡ وَأَنفُسِكُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِۚ.(۱۷)

"اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو"

۹۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ.(۱۸)

---

(۱۱) البقرۃ، ۲:۲۷۹۔

(۱۲) النساء، ۴:۶

(۱۳) یٰس، ۳۶:۷۱

(۱۴) النساء، ۴:۲۹

(۱۵) النساء، ۴:۵

(۱۶) المعارج، ۷۰:۲۴، ۲۵۔

(۱۷) التوبۃ، ۹:۴۱۔

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو“

ان آیات میں مال، مویشی، گھر اور پھلوں وغیرہ کا لوگوں کی انفرادی ملکیت میں ہونا ذکر کیا گیا جس سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام شخصی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر یہ مال و اسباب لوگوں کی انفرادی ملکیت میں نہ ہوتے تو اسلام کبھی ان سے انفاق و صدقات کا مطالبہ نہ کرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن نے مال کی نسبت افراد کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ 'اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا'[۱۹] یعنی ”اللہ نے تمہارے اموال کو تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے“۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ مال ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسانی حیات نمو پاتی ہے اور معاشرہ زندہ رہتا ہے۔

۵۔ مذاہبِ فقہ میں شخصی ملکیت کا اثبات

اس کے علاوہ تمام مذاہبِ فقہ میں بھی انفرادی اور شخصی حقِ ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے اس ضمن میں باقاعدہ قوانین بنائے گئے ہیں مثلاً اکثر کتب فقہ میں قانونِ زکوٰۃ و عشر و صدقات، قانونِ وراثت، قانونِ نفقات و کفالت، قانونِ وصیت اور قانونِ اُجرت وغیرہ پر پورے پورے ابواب موجود ہیں، کتب فقہ میں ان ابحاث کا ہونا بذات خود انفرادی ملکیت کی بیّن دلیل ہے ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۶ھ) اسلام کی عطا کردہ اس انفرادی ملکیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِعْلَمْ أَنَّ اللهَ تَعَالَى لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ، وَجَعَلَ مَعَايِشَهُمْ فِي الْأَرْضِ، وَأَبَاحَ لَهُمُ الْإِنْتِفَاعَ بِمَا فِيْهَا وَقَعَتْ بَيْنَهُمُ الْمُشَاحَةُ وَالْمُشَاجَرَةُ، فَكَانَ حُكْمُ اللهِ عِنْدَ ذَلِكَ تَحْرِيْمَ أَنْ يُزَاحِمَ الْإِنْسَانُ صَاحِبَهُ فِيْمَا اخْتُصَّ بِهِ لِسَبْقِ يَدِهِ إِلَيْهِ أَوْ يَدِ مُوْرِثِهِ أَوْ لِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ الْمُعْتَبَرَةِ عِنْدهُمْ إِلَّا بِمُبَادَلَةٍ أَوْ تَرَاضٍ مُعْتَمَدٍ عَلَى عِلْمٍ مِنْ غَيْرِ تَدْلِيسٍ وَرُكُوْبِ غَرَرٍ، وَأَيْضًا لَمَّا كَانَ النَّاسُ مَدَنِيِّيْنَ بِالطَّبْعِ لَا تَسْتَقِيْمُ مَعَايِشُهُمْ إِلَّا بِتَعَاوُنٍ بَيْنَهُمْ نَزَلَ الْقَضَاءُ بِإِيْجَابِ التَّعَاوُنِ، وَأَلَّا يَخْلُوَ أَحَدٌ مِنْهُمْ مِمَّا لَهُ دَخَلَ فِي التَّمَدُّنِ إِلَّا عِنْدَ حَاجَةٍ لَا يَجِدُ مِنْهَا بُدًّا۔[۲۰]

”اللہ تعالیٰ نے جب زمین پر اپنی مخلوق پیدا کی تو ان کی معاش اور روزی بھی اسی زمین پر مقدر فرمائی اور زمین کی پیداوار سے ان کے لئے انتفاع مباح کیا، چونکہ حرص کی وجہ سے ان کے درمیان نزاع پیدا ہوا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ کوئی شخص دوسرے کی مخصوص و مختص چیز میں کسی قسم کی مزاحمت و مداخلت نہ کرے۔ یہ چیز اس کے لیے مختص اس لیے ہوگی کہ اس پر سب سے پہلے اسی کا قبضہ ہوا ہے یا اس کے کسی مورث کا قبضہ تھا یا کسی ایسے طریقے سے اس چیز پر اس کا قبضہ تھا جو ان لوگوں میں مجموعی طور پر قبضہ اور ملکیت کے لئے معتبر مانا جاتا ہے۔ اس قسم کے قبضہ اور ملکیت میں سوائے تبادلہ اور سوچ سمجھ کر بلا کسی فریب اور دھوکہ اور قابل اعتماد باہمی رضامندی کے کسی قسم کی مزاحمت کرنا حرام اور ناجائز ہے۔“

---

(۱۸) النور، ۲۴: ۲۷۔

(۱۹) النساء، ۴: ۵

(۲۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احمد بن عبد الرحیم (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ)، **حجۃ اللہ البالغۃ**، (بیروت، لبنان: دار الجیل) ۲: ۱۰۳

۶۔ اسلامی تصورِ ملکیت کا امتیاز (سرمایہ دارایت و اشتراکیت کے تناظر میں)

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ملکیت کو انفرادی حدود میں جب کہ اشتراکی نظام معیشت میں ملکیت کو اجتماعی حدود میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر ان دونوں نظاموں میں کارفرما "تصورِ ملکیت" کے اصل فلسفے پر غور کیا جائے تو وہ ایک ہی ہے۔ فرق صرف حدود کے تعین کا ہے۔ اشتراکی یا سرمایہ دارانہ، ان دونوں تصورات سے جو بھی نظامِ معیشت تشکیل پائے گا اس کی بنیاد مطالبہ حقوق (demand of rights) پر ہو گی، جس کا منطقی نتیجہ انفرادی اور اجتماعی حقوق کے درمیان تصادم ہے۔ اس سے نہ صرف طبقاتی بغاوت اور منافرت جنم لے گی بلکہ صنعت و تجارت بھی بری طرح متاثر ہو گی۔ ان دونوں نظام ہائے معیشت میں سے کوئی بھی آج تک حقوق اور مفادات کے اس ٹکراؤ کو ختم نہیں کر سکا۔ اس کے برعکس جو اقتصاد و معیشت کے اعلیٰ تصورات اور عملی اصول حضور نبی اکرم s نے بنی نوع انسان کو عطا فرمائے ہیں انہوں نے نہ صرف اسلام کے نظامِ معیشت کو تمام خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ رجحانات سے پاک کر دیا ہے بلکہ اقتصادی اور معاشرتی زندگی کو تباہ کن نتائج سے بھی بچالیا ہے۔

۷۔ ملکیت اور افادیت (ownership and usufruct)

اللہ کریم نے جس چیز کو بھی قابلِ ملکیت یا محلِ ملکیت بنایا ہے، اس کے اندر انسانوں کے لئے کوئی نہ کوئی نفع بخشی اور افادیت (Usufruct) ضرور رکھی ہے۔ اس تصور کو قرآن مجید یوں بیان کیا ہے:

وَلَقَدۡ مَكَّنَّٰكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيهَا مَعَٰيِشَۗ.[۲۱]

"اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لئے اسبابِ معیشت پیدا کئے"

۷.۱۔ معیشت کی استواری اور اموال کی اہمیت

سورہ نساء کی درج ذیل آیت میں ان اَموال و اَسباب کو معیشت کی اُستواری کا سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا تُؤۡتُواْ ٱلسُّفَهَآءَ أَمۡوَٰلَكُمُ ٱلَّتِي جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمۡ قِيَٰمًا.[۲۲]

"اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔"

اس آیت میں "أَمۡوَٰلَكُمُ ٱلَّتِي جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمۡ قِيَٰمًا" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ اس میں مال کی ذاتی خصوصیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ انسانی زندگی کے قیام اور اس کی بقا کا باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب معیشت، مال و دولت اور دیگر تمام اسباب و وسائل کو "مَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا"[۲۳] قرار دیا ہے۔

---

(۲۱) الاعراف، ۷: ۱۰

(۲۲) النساء، ۴: ۵

(۲۳) آل عمران، ۳: ۱۴

۸۔ علّتِ ملکیت-انتفاع اور نفع بخشی

کسی شے کے اندر موجود نفع بخشی اور سود مندی جب تک بالفعل ظاہر نہ ہو، بنی نوع انسان اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتی، اس مقصد کے پیش نظر ہر مال کی بالقوہ اِفادیت (potential utility) کو بالفعل اِفادیت (actual utility) میں بدلنا ناگزیر ہے۔ یہی مقصد ہی حقیقت میں مختلف اشیاء و اموال پر کسی کے حقِ ملکیت کے تسلیم کئے جانے کی اصل علت (Effective Cause) ہے۔ اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

"جب تک ان اشیاء و اموال پر کسی کو قبضہ و تصرف کا حق حاصل نہیں ہو جاتا اس پر کوئی محنت نہیں کی جا سکے گی اور جب تک اس پر کوئی منظم محنت نہ ہو گی اس کی مخفی صلاحیت اجاگر نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا مختلف ذرائع سے کسی شے پر کسی شخص کا حقِ ملکیت اس لئے متحقق ہوتا ہے کہ اس طرح اس شے میں اس کی دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اس دلچسپی کی بنا پر وہ اسے واقعتاً خلقِ خدا کے لئے نفع بخش اور سود مند بنانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ گویا "ملکیت" کسی چیز کو نفع بخش بنانا ہے، اصل مقصود ہر گز نہیں ہے۔"[۲۴]

۸.۱۔ مردہ زمینوں کی آباد کاری

اصلاً اس مال کو نفع بخش اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کیوں کہ وہ اس کا حقیقی مالک ہے۔ انسان حصول ملکیت کے بعد اس مال کی تراش خراش کر کے اور اس کے حقوق ادا کر کے اس کو نفع بخش بناتا ہے لہٰذا اسے بھی شرعاً حقوقِ ملکیت حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی مقصدِ انتفاع کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے مردہ اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے والے کا حقِ ملکیت تسلیم کیا ہے۔ حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ.[۲۵]

"جس نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ.[۲۶]

"جس نے کسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی نہ تھی تو آباد کرنے والا اس زمین کا مستحق ہو گا۔"

---

(۲۴) طاہر القادری، ڈاکٹر، **اسلام کا تصور ملکیت**، (لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء): ۶۵

(۲۵) ابو داود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ)، **السنن**، کتاب الخراج والإمارة والفئ، باب في إحياء الموات، (بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ) ۳:۱۷۸، رقم: ۳۰۷۳

(۲۶) بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المزارعۃ، باب من احیا ارضًا مواتًا، ۲: ۸۲۳، رقم: ۲۲۱۰۔

حضرت اَسمر بن مُضَرّسؓ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ. (۲۷)

''جو شخص ایسے چشمہ کی طرف سبقت کرے جس کی طرف کسی نے سبقت نہیں کی تو وہ اس کی ملکیت تصور ہو گا۔''

۸.۲۔ یتیموں کی اموال پر تصرف کی شرائط

اسلام میں اصل مقصود چونکہ ملکیت یعنی قبضہ و تصرف نہیں بلکہ اُن اَموال کی اِفادیت اور نفع بخشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یتیم بچوں کے بارے میں بھی اسی حکمت کے پیش نظر یہ حکم ہے کہ جب تک وہ بلوغ ورُشد کو نہ پہنچیں اس وقت تک ان کے ملکیتی اَموال ان کے سپرد نہ کیے جائیں۔ ان اموال پر ان کا قبضہ و تصرف اس وقت تک بحال نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان کی اصل افادیت اور نفع بخشی کی صلاحیت بڑھانے کے قابل نہ ہو جائیں۔ ارشاد فرمایا:

وَٱبْتَلُواْ ٱلْيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُواْ ٱلنِّكَاحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَٱدْفَعُوٓاْ إِلَيْهِمْ أَمْوَٰلَهُمْ. (۲۸)

''اور یتیموں کی (تربیۃً) جانچ اور آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حُسنِ تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں اِثباتِ ملکیت کے باوجود افراد کو تفویضِ مال اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ مال کے مصالح و منافع کی حفاظت ورعایت کے اہل نہ ہو جائیں تاکہ ملکیتِ مال کا اصل مقصد یعنی انتفاع کی شرط بہر صورت پوری ہو۔

۹۔ انفرادی ملکیت کے اسباب

اسلام میں انفرادی ملکیت کے درج ذیل چار اسباب بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ اگر اموال مطلقاً مباحات میں سے ہیں تو جس نے بھی پہلے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا وہ اس کا مالک بن جائے گا، جیسے کسی نے بہتے دریا کے پانی سے اپنا مشکیزہ بھر لیا تو وہ اس مشکیزہ میں موجود پانی کا مالک ہو جائے گا لہٰذا وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے اور خود ذاتی مصرف میں بھی لا سکتا ہے۔

اگر مال پہلے سے کسی کی ملکیت یعنی مملوک ہو تو پھر حصول ملکیت کے درج ذیل مزید تین جائز اسباب ہیں:

۲۔ اگر اس کا اصل مالک مر جائے تو اس مال کی ملکیت شرعی وارث کو بطور ورثہ منتقل ہو جائے گی۔

۳۔ ملکیت مالک سے کسی دوسرے کی طرف عقد کے ذریعہ سے منتقل ہو سکتی ہے خواہ وہ عقد عقود المعاوضات سے ہو یا عقود التبرعات میں سے۔

---

(۲۷) ابو داود، **السنن**، کتاب الخراج والإمارۃ والفیئ، باب في اقطاع الأرضين، ۳: ۱۱۷، رقم: ۳۰۷۱۔

(۲۸) النساء، ۴: ۶۔

۴۔ ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مال کا مالک ہو اور اس کا باپ زندہ ہے تو اس کا باپ بھی فرمان رسول ﷺ **أنت ومالك لأبيك**[۲۹] کے تحت اس کے مال کا اتنا ہی مالک ہے جتنا کہ وہ خود ہے۔

۱۰۔ اِنفرادی ملکیت میں آزادی کی حدود و قیود

اگرچہ اسلام اَموال و اَسباب پر افراد کا حقِ ملکیت تسلیم کرتا ہے مگر اس انفرادی ملکیت کی کچھ حدود و قیود ہیں۔ اسلام افراد کو اس امر کا پابند کرتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی ان کی منفعت میں شریک کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ[۳۰]

"اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجتمندوں) کا حق مقرر تھا"

اسی مضمون کو سورہ المعارج میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَٱلَّذِينَ فِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ مَّعۡلُومٞ، لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ[۳۱]

"اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے، مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا"

حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً فرمایا ہے کہ کسی کے مملوکہ مال میں محروم اور محتاج افراد کا زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ.[۳۲]

"بیشک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔"

قرآن و حدیث کے ان تینوں دلائل میں لفظ 'حق' استعمال کیا گیا ہے، جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ کوئی استحبابی یا صوابدیدی معاملہ نہیں کہ لوگوں کو اس مال کے نفع میں شرک کر لیا تو ٹھیک ورنہ کوئی مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ایک لازمی اور وجوبی امر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے دوسروں کو ان کا حق نہ لوٹایا تو اس کے خلاف ریاست آئینی اقدام بھی کر سکتی ہے۔

---

(۲۹) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ)، **السنن**، **كتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده**، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ): ۶۹۲:۷، رقم: ۲۲۹۱۔ (تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے)

(۳۰) الذاریات، ۱۹:۵۱۔

(۳۱) المعارج، ۷۰: ۲۴، ۲۵۔

(۳۲) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)، **السنن**، **كتاب الزكاة، باب ما جاء أن المال حقاً سوى الزكاة**، (بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، ۴۸:۳، رقم: ۶۶۰

۱۱۔ قبضہ میں انفرادی جبکہ نفع بخشی میں اجتماعی حق کا اُصول

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ اسلام میں قبضہ اور تصرف میں بالعموم انفرادی جب کہ نفع بخشی میں اجتماعی حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حتی کہ کسی حاجت مند کو اپنی ذاتی اشیاء کے استعمال سے منع کرنا بھی قرآنی حکم وَيَمْنَعُونَ ٱلْمَاعُونَ [۳۳] کے تحت ناجائز اور دین کی تکذیب قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری اس اصول کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اسلام کے تصورِ ملکیت میں اموال پر قبضہ و تصرف (proprietary rights) کسی حد تک تو خالصتاً انفرادی حق تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی اس میں کسی کو شریک کرے یا نہ کرے، شریعت اس سے تعرض نہیں کرتی۔ مگر انتفاع یعنی اموال کی نفع بخشی اور سود مندی (usufructuary rights) میں محض انفرادی اور نجی حق شریعت کی رو سے کلیتاً غیر اسلامی ہے۔ اس میں ہر شخص دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور انفاق کے تمام احکام اس دعوے کے بیّن دلائل ہیں۔ اگر اشیاء و اموال کی مادی حیثیت "corpus" کی ملکیت یعنی ان کے قبضہ و تصرف کی مانند ان کے منافع اور فوائد (usufructs) کی ملکیت کو بھی مطلقاً نجی اور انفرادی ضرورت تک مختص رکھنے کی اجازت ہوتی تو شریعت لوگوں کے کمائے ہوئے مال و دولت پر زکوٰۃ، صدقات اور انفاق کے وجوبی اور لازمی احکام صادر نہ کرتی۔"[۳۴]

انفرادی ملکیتی مال و اسباب سے دوسرے لوگوں کو نفع پہنچانے کی تائید درج ذیل آیات قرآنی سے ہوتی ہے:

۱۔ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِي ٱلرِّقَابِ۔[۳۵]

"اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے"

۲۔ لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ [۳۶]

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے o"

۳۔ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۷ وَإِذَا حَضَرَ ٱلْقِسْمَةَ أُو۟لُوا۟ ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينُ فَٱرْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا۟ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا [۳۷]

---

(۳۳) الماعون، ۱۰۷:۷۔

(۳۴) طاہر القادری، ڈاکٹر، **اقتصادیات اسلام**، (لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء): ۳۸۷۔

(۳۵) البقرۃ، ۲:۱۷۷۔

(۳۶) آل عمران، ۳:۹۲۔

(۳۷) النساء، ۴:۷، ۸۔

''مردوں کے لئے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے (بھی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کا) مقرر کردہ حصہ ہے ٥ اور اگر تقسیمِ (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو ٥''

٤۔ خُذۡ مِنۡ أَمۡوٰلِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا.[۳۸]

''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں''

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مال و اسباب اور اشیاء و جائیداد پر ملکیت کا حق تو افراد کو حاصل ہوتا ہے مگر ان سے نفع اٹھانے کا حق کسی خاص فرد یا طبقے کے لیے خاص نہیں بلکہ پورے سماج کا حق ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام میں تملیک مشروع مگر اِرتکازِ دولت ممنوع ہے۔ کسی شخص کے پاس شرعی اعتبار سے یہ حق نہیں کہ وہ اپنے مملوکہ اموال و جائیداد کے منافع کو ذاتی ملکیت کی بنا پر صرف اپنی ذات تک محدود رکھے اور دوسرے مستحقین کے شرعاً تسلیم شدہ حقوق نظر انداز کر دے۔ اس طریقے سے مال و دولت جمع کرنا ارتکاز و اکتناز کہلاتا ہے جو حرام اور باعثِ عذابِ جہنم ہے۔

۱۲۔ اجتماعی ملکیت، اشتراکیت اور نتائج و عواقب

اشتراکیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ذاتی اشیاء تو ذاتی ملکیت میں ہو سکتی ہیں لیکن وسائل پیداوار پر کسی کی ذاتی ملکیت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس اصول کے تحت وسائل پیداوار یعنی کارخانے اور زمینیں وغیرہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت میں نہیں بلکہ قومی ملکیت ہوں گے اور حکومت کے زیر انتظام چلیں گے۔ نتیجتاً اشتراکی ممالک میں نہ صرف زمینیں، کارخانے اور کاروباری مراکز انفرادی ملکیت میں نہیں ہوتے بلکہ ساری لیبر حکومت کی ملازم ہوتی ہے۔ تمام آمدنی سرکاری خزانے میں جمع ہوتی ہے اور ملازمین کو منصوبہ بندی کے تحت اُجرت دی جاتی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی اس نظام کے لوگوں کی کارکردگی پر مترتب ہونے والے اثراتِ بد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اشتراکیت میں چونکہ ذاتی منافع کے محرک کا بالکل خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے لوگوں کی کارکردگی پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ وہ خواہ چستی اور محنت اور اپج کے ساتھ کام کرے یا سستی اور کاہلی کے ساتھ، دونوں صورتوں میں اس کی آمدنی یکساں ہے۔ اس لئے اس میں بہتر کارکردگی کا ذاتی جذبہ برقرار نہیں رہتا۔ ذاتی منافع کا محرک علی الاطلاق بری چیز نہیں۔ بلکہ اگر وہ اپنی حد میں ہو تو انسان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور اسے نت نئی مہم جوئی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس فطری

(۳۸) التوبۃ، ۹: ۱۰۳۔

جذبے کو حد میں رکھنے کے لئے لگام دینے کی بیشک ضرورت ہے لیکن اس کو بالکل کچل دینے سے انسان کی بہت سی صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔"[۳۹]

مفتی محمد تقی عثمانی کاروباری اور تجارتی اُمور میں اشتراکی نظام کی جکڑ بندیوں کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منصوبہ بندی کا کام ظاہر ہے کہ اشتراکی نظام میں حکومت انجام دیتی ہے اور حکومت فرشتوں کے کسی گروہ کا نام نہیں، جس سے کوئی غلطی یا بد دیانتی سرزد نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ حکومت کرنے والے بھی گوشت پوست کے انسان ہی ہوتے ہیں وہ اپنی خواہشات اور ذاتی مفادات سے بھی مغلوب ہوسکتے ہیں اور ان کی سوچ میں بھی غلطی کا امکان ہے۔ دوسری طرف جب سارے ملک کے تمام وسائل پیداوار انسانوں کے اس گروہ کے حوالے کر دیئے گئے تو ان کی نیت میں فتور آنے کی صورت میں اس کے نتائج پوری قوم کو بھگتنے پڑیں گے۔"[۴۰]

مفتی محمد تقی عثمانی اشتراکی نظام کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"اگر سرمایہ دارانہ نظام میں ایک چھوٹا سرمایہ دار محدود وسائل پیداوار پر ملکیت حاصل کر کے چند افراد کو ظلم کا نشانہ بنا سکتا ہے تو اشتراکی نظام میں چند برسر اقتدار افراد پورے ملک کے وسائل پر قابض ہو کر اس سے کہیں زیادہ ظلم کر سکتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سارے چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار ختم ہو جائیں اور ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آجائے جو دولت کے سارے وسائل کو من مانے طریقے سے استعمال کرے۔"[۴۱]

اسلامی تصور ملکیت کے مطابق فرد، جماعت یا حکومت کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ بالجبر یا باطل طریقہ سے کسی کا مال لیں۔ امام ابو یوسف (۱۱۳ھ۔ ۱۸۲ھ)[۴۲] اس حوالے سے ایک اصول بیان فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ لِلإِمَامِ أَنْ يُخْرِجَ شَيْئًا مِنْ يَدِ أَحَدٍ إِلا بِحَقٍ ثَابِتٍ مَعْرُوفٍ.[٤٣]

(۳۹) تقی عثمانی، مفتی، **اسلام اور جدید معیشت و تجارت**، (کراچی، پاکستان: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۶ء)، ۳۴۔

(۴۰) ایضاً، ۳۳

(۴۱) عثمانی، محمد تقی، **اسلام اور جدید معیشت و تجارت**، ۳۳۔

(۴۲) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفی بغدادی امام ابو حنیفہ کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ فقیہ، اصولی، مجتہد اور محدّث تھے۔ عباسی خلفاء میں سے مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے عہد میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ آپ کی اہم تصانیف یہ ہیں: کتاب الخراج، **المسبوط**، کتاب الآثار، کتاب فی ادب القاضی۔ (ابن خلکان، **وفیات الاعیان**، ۵/ ۳۵۔ ۳۲۴؛ ذھبی، **سیر اعلام النبلاء**، ۷/ ۹۔ ۷۰؛ ذھبی، **میزان الاعتدال**، ۴/ ۴۴۷؛ لکھنوی، **الفوائد البھیتہ** / ۳۔ ۲۷۳؛ عمر رضا کحالۃ، **معجم المؤلفین**، ۱۳/ ۲۴۰.

(۴۳) ابو یوسف، **کتاب الخراج**، ۱:۸۷

"حکمران کے لیے یہ بات بالکل جائز نہیں ہے کہ کسی شخص کے قبضہ سے کوئی چیز لے سوائے اس کے کہ وہ ایک ثابت شدہ معروف حق کی بنیاد پر ہو"

اب اگر کسی نے کسی سے مالی لین دین کرنا ہو تو اس کا طریقہ صرف تجارت اور کاروبار ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں کہ کوئی آپ کے مال کا مالک بنے سوائے یہ کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کو ہدیہ کر دے۔

۱۳۔ ابتداءِ حصولِ ملکیت کا طریقہ

مختلف ادوار اور علاقوں میں تجارت اور خرید و فروخت کے دوران ملکیت حاصل کرنے کے مختلف طریقے رائج رہے ہیں۔ جس طرح بعض محققین کے نزدیک رومیوں کے ہاں مال پر ہاتھ رکھنا، اصل میں اس پر قبضہ کرنا اور ملکیت حاصل کرنے کے عرفی طریقوں میں سے تھا، تاہم یہ طریقہ صرف رومیوں کے ساتھ مختص تھا۔ اس کے علاوہ وصیت، طولِ زمان، میراث اور قرض کی ادائیگی کے لئے قاضی کے حکم سے بھی ملکیت حاصل کرنے کا قانون رائج تھا۔ اس امر کی مزید صراحت کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن سعفان تحریر کرتے ہیں:

"ابتداء میں خرید و فروخت کا معاملہ بڑا سنگین سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اسے ملکیت کے تقدس کی پامالی کے مترادف خیال کیا جاتا تھا۔ چونکہ ملکیت ایسی مقدس چیز تھی، جس کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے ملکیت کی منتقلی ایسے بہت سے جادوئی اور دینی رسوم و رواج پر منحصر تھی، جو ملکیت کے حق کی اہمیت کو اجاگر کرتے تھے، چنانچہ خرید و فروخت کی تکمیل سات آدمیوں کی موجودگی میں ہوتی تھی، جن میں سے پانچ گواہ ہوتے تھے۔ ایک شخص ترازو اٹھائے ہوتا تھا اور اس کے پہلو میں ایک اور شخص کھڑا ہوتا تھا جس کی حیثیت واضح نہیں۔ ثمن کو تولا جاتا پھر خریدار آگے بڑھ کر پیتل کے ترازو کے پلڑے کو رقم کے ذریعہ چھوتا اور کہتا: "میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ چیز قانون کی رُو سے میری ملکیت ہے، میں نے اسے اس پیتل اور پیتل کے ترازو کے ذریعہ خریدا ہے۔"(۴۴)

ڈاکٹر حسن سعفان مزید لکھتے ہیں:

"اگر مبیع غلام، حیوان یا کوئی اور منقولہ چیز ہوتی تو اسے مجلس عقد میں حاضر کرنا ضروری ہوتا، تاکہ خریدار اس پر حقیقتاً ہاتھ رکھے، لیکن چونکہ غیر منقولہ اشیاء کے بارے میں بعض اوقات اس شرط پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا، اس لئے زمین وغیرہ کی ملکیت کے لئے یہ شرط ضروری نہ تھی"(۴۵)

۱۴۔ خلاصہ کلام

اس تحقیقی مضمون کا ماحصل درج ذیل نکات ہیں:

۱- مال و دولت کا کسی کی ملکیت میں ہونا اسلامی نظامِ معیشت کے منافی نہیں ہے۔

۲- تجارتی اُمور میں اشتراکی نظام کی جکڑ بندیوں سے بہت نقصان ہوا ہے کیوں کہ اشتراکیت شخصی اور انفرادی ملکیت کو تسلیم نہیں کرتی۔

---

(۴۴) علی عبد الواحد وافی، ڈاکٹر، **قصة الملكية في العالم**، (قاہرہ، مصر: دار نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۹۸۷ء)، ڈاکٹر حسن سعفان، ۱۰۵

(۴۵) ایضاً۔

۳۔ اسلام شخصی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر مال و اسباب لوگوں کی انفرادی ملکیت میں نہ ہوتے تو اسلام کبھی ان سے انفاق و صدقات کا مطالبہ نہ کرتا۔

۴۔ حصول ملکیت کا جذبہ انسانی فطرت میں شروع سے ہی موجود تھا۔

۵۔ کسی چیز میں حقِ قبضہ اور حقِ تصرف حاصل ہو جانے کا مطلب ملکیت کامل جانا ہے۔ ملکیت کے حاصل ہوتے ہی اس چیز کے استعمال، اس سے نفع کمانے اور انتقالِ ملکیت کے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔

۶۔ دنیا کے ہر معاشی نظام میں انسان اپنے مال کے تصرف میں کلیتاً آزاد ہے، جب کہ اسلام میں حقوقِ ملکیت رکھنے کے باوجود وہ مطلقاً آزاد نہیں بلکہ چند قواعد وضوابط کا پابندی ہوتا ہے۔

۷۔ اسلامی تصورِ ملکیت کے مطابق ہر چیز کا مالکِ حقیقی اللہ ہے جب کہ انسان محض امین و نائب ہے۔

۸۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ملکیت کو انفرادی حدود میں جب کہ اشتراکی نظام معیشت میں ملکیت کو اجتماعی حدود میں تسلیم کیا گیا ہے۔

۹۔ اسلامی تصورِ ملکیت پر استوار نظامِ معیشت تمام خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ رجحانات سے پاک ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ہر قابلِ ملکیت چیز کے اندر انسانوں کے لئے کوئی نہ کوئی نفع بخشی، سود مندی اور افادیت (Usufruct) ضرور ہوتی ہے۔

۱۱۔ اسلام میں اصل مقصود ملکیت یعنی قبضہ و تصرف نہیں بلکہ اُن اَموال کی اِفادیت اور نفع بخشی ہے۔

۱۲۔ اسلام میں اِثباتِ ملکیت کے باوجود افراد کو تفویضِ مال اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ کاروبار اور تجارت وغیرہ کے اہل نہ ہو جائیں۔

کتابیات

ابن قیم الجوزیہ۔ **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد**۔ قاہرہ: المکتبۃ التوفیقیہ، ۲۰۰۵۔

الغزالی، ابو حامد محمد۔ **احیاء علوم الدین**۔ بیروت: دار المعرفۃ، ۲۰۱۱۔

قطب، سید۔ **فی ظلال القرآن**۔ قاہرہ: دار الشروق، ۱۹۹۹۔

مودودی، سید ابو الاعلیٰ۔ **تفہیم القرآن**۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۵۔

ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ **العبودیہ**۔ ریاض: دار ابن خزیمہ، ۱۹۹۷۔

نصیر احمد ناصر۔ **تفسیر معارف القرآن**۔ کراچی: دار الاشاعت، ۲۰۱۲۔

شلتوت، محمود۔ **الاسلام عقیدہ و شریعہ**۔ قاہرہ: دار الشروق، ۱۹۹۰۔

زرقانی، محمد عبد العظیم۔ **مناہل العرفان فی علوم القرآن**۔ بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۷۔

رشید رضا، محمد۔ **تفسیر المنار**۔ قاہرہ: مطبعۃ المنار، ۱۹۲۵۔